42

مسلمانانِ کشمیر کی مدد کرو اور فتنہ و فساد سے بچو

(فرمودہ ۵- فروری ۱۹۳۲ء)

تشہد و تعوذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

یہ رمضان المبارک کا آخری عشرہ ہے اور آخری عشرہ میں آخری جمعہ اور ۲۷ تاریخ ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا ہے جب جمعہ اور رمضان المبارک کی ستائیسویں تاریخ جمع ہوں تو لیلۃ القدر ہوتی ہے۔ پس یہ دن ایک نہایت ہی مبارک دن ہے اور ایک غنیمت گھڑی ہے جس سے مؤمن جتنا بھی فائدہ اٹھا سکیں تھوڑا ہے۔ کہا جاتا ہے کہ رمضان کے آخری جمعہ میں لوگ کثرت سے شریک ہوتے ہیں حتیٰ کہ جو لوگ سال بھر نماز کے قریب بھی نہیں آتے وہ بھی اس میں شریک ہو جاتے ہیں ان کا خیال ہے کہ آج کی نماز سارے سال کی نمازوں کی قائم مقام ہو جاتی ہے اور اس کا نام انہوں نے قضاء عمری رکھا ہوا ہے۔ مجھے معلوم نہیں اسی خیال کے ماتحت یا کسی اور وجہ سے ہماری جماعت کے لوگ بھی اس دن کثرت سے شامل ہوتے ہیں۔ میرا یہ مطلب نہیں کہ ہماری جماعت کے جو لوگ پہلے نمازوں میں نہیں آتے وہ بھی شامل ہوتے ہیں کیونکہ سوائے چند ایک آوارہ لڑکوں کے یا بعض منافقوں کے یہاں کے لوگ پہلے ہی مسجدوں میں باقاعدہ آتے ہیں میرا مطلب یہ ہے کہ اس دن باہر کی جماعتیں بھی شریکِ نماز ہوتی ہیں اور اس وجہ سے ہجوم زیادہ ہو جاتا ہے چنانچہ آج بھی آپ دیکھ رہے ہیں کہ مردوں اور عورتوں کا اس قدر ہجوم ہے کہ مسجد سے باہر کمروں میں اور مکانوں کی چھتوں پر بھی عورتیں مرد بیٹھے ہیں مگر پھر بھی جگہ کی تنگی ہو رہی ہے اور مرد مسجدوں میں جس طرح ہجوم کر کے تنگی سے بیٹھے ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ نماز نہیں پڑھی جا سکے گی ایک دوسرے کی پشت پر سجدہ کرنے کی جو اجازت

شریعت نے دی ہے آج اس پر عمل کر کے بھی شاید گزارہ نہ ہو سکے۔ پس ان لوگوں کو جو آج نماز میں شامل ہونے کے لئے جمع ہوئے ہیں میں یہ بتا دینا چاہتا ہوں کہ اگر کوئی ان میں سے قضائے عمری کی نیت سے شامل ہوا ہے تو یہ ایک حقیر اور ذلیل چیز ہے جو اس کے پیش نظر ہے اور وہ بجائے نیکی کے بدی کا مرتکب ہوتا اور گنہگار ٹھہرتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس خیال سے آیا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس رات کو لیلتہ القدر قرار دیا ہے اور یہ مقام آپ کی نزول گاہ ہے اور خدا تعالیٰ کے انوار یہاں نازل ہوتے ہیں۔ اس مسجد کا نام خدا تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے اور اس کے متعلق فرمایا ہے کہ مُبَارَکٌ وَّمُبَارَکٌ کُلُّ اَمْرٍ مُبَارَکٌ یُجْعَلُ فِیْہِ [1] یعنی جو کام یہاں کیا جائے گا وہ بابرکت ہو گا۔ تو اس مسجد کی نماز اس کے لئے زیادہ ثواب کا موجب ہوگی۔ پس اگرچہ نماز کے متعلق میں یہ کہنے سے تو ڈرتا ہوں کہ اس دن نہ آیا کرو لیکن یہ ضرور کہوں گا کہ نیک نیت کے ساتھ آؤ اور قضا عمری کا خیال تک دل میں نہیں ہونا چاہئے۔ ہاں جو شخص نیک نیتی سے گھر کو چھوڑتا ہے اور پیدل چل کر یا سواری کے ذریعہ یہاں آتا ہے اللہ تعالیٰ اس کے اجر کو ضائع نہیں کرے گا اور وہ ثواب سے محروم نہ رہے گا۔ پس جہاں میں یہ کہتا ہوں کہ خصوصیت سے اس دن کو عبادت کا دن نہ بناؤ وہاں مسجد میں آنے سے بھی ہرگز نہیں روکتا۔ نماز کے لئے ضرور آؤ مگر ثواب کی نیت سے آؤ اور یہ خیال لے کر آؤ کہ یہ مقدس جگہ ہے۔

اس کے بعد میں احباب جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ یہ مسجد جو کسی وقت آدمیوں کی محتاج تھی، اب ہمارے لئے تنگ ہو رہی ہے اب وہ دن آگیا ہے کہ ہم اسے بڑھانے کی کوشش کریں اس کے جس طرف راستہ ہے ادھر تو بڑھائی نہیں جا سکتی اس لئے اس کے بڑھانے کی صرف یہی صورت ہے کہ دوسری طرف کے مکانات خرید کر اس میں شامل کر لئے جائیں۔ ایک مکان تو خرید بھی لیا گیا ہے اور اگر خدا نے چاہا تو کسی وقت مسجد میں شامل کیا جا سکے گا۔ فی الحال اسے جنوبی پہلو میں بڑھانے کی کوشش کرنی چاہئے۔ میں نے سنا ہے کہ ایک احمدی دوست اپنا مکان فروخت کرنا چاہتے ہیں۔ کارکنوں کو چاہئے کہ اگر وہ فروخت کریں تو اسے خرید لیں اور اسکی تعمیر کو صرف قادیان والے اپنا فرض سمجھیں۔ یہ غلط اصول ہے کہ ہم مقامی کاموں میں بیرونی جماعتوں کی امداد کے خواہشمند ہوں۔ یہ کم ہمتی ہے جسے جس قدر جلد ہو سکے دور کرنا چاہئے۔ اگر محلہ دار الفضل کے لوگ ڈیڑھ دو ہزار روپیہ خرچ کر کے اپنے لئے مسجد تیار کر سکتے

ہیں۔ اگر دارالرحمت کے لوگ اتنے ہی خرچ سے اپنے محلہ میں مسجد بنوا سکتے ہیں تو کوئی وجہ نہیں کہ قادیان کی ساری جماعت مل کر پانچ چھ ہزار روپیہ مرکزی مسجد کے لئے خرچ نہ کر سکے۔ میں جانتا ہوں کہ بعض بیرونی مخلصین اس بات کو ناپسند کریں گے کہ اس مسجد کی توسیع میں جسے اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ قرار دیا اور جو اس کے انوار کی جلوہ گاہ ہے اور جو درحقیقت ایک مرکزی حیثیت رکھتی ہے حصہ لینے سے انہیں محروم کر دیا جائے۔ لیکن اس کی یہی صورت ہو سکتی ہے کہ اگر کوئی حصہ لینا چاہے تو لے ہم کسی کو حکم نہیں دیں گے کہ وہ ضرور اس میں حصہ لے۔ یعنی اس میں باقاعدہ چندوں کی طرح جماعت وار اس کو تحریک نہیں کی جائے گی۔

یاد رکھنا چاہیئے کہ خدا تعالیٰ کی برکات جس وقت نازل ہونا شروع ہوتی ہیں تو وہ آثار سے پہچانی جاتی ہیں۔ اگر وہ جماعت جسے دشمن چاہتے تھے کہ کچل دیں، ہر سال یا دوسرے تیسرے سال اپنی سابقہ عمارتوں کو اپنی وسعت کے مقابلہ میں تنگ محسوس کرنے لگے تو یہ اللہ تعالیٰ کے فضلوں کا نشان ہے۔ لیکن یہ بھی اس کی سنت ہے کہ جب وہ کسی جماعت کو وسعت دینا چاہتا ہے لیکن وہ اس کی طرف توجہ نہیں کرتی اور اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے ساتھ ساتھ ترقی کرنے کی کوشش نہیں کرتی تو وہ پھر اسے تنگ کر دیتا ہے۔ پس پیشتر اس کے کہ خدا تعالیٰ کہے جب یہ خود وسعت نہیں چاہتے تو انہیں کیوں وسعت دی جائے اور اس رنگ میں اس کی نگاہ ہم پر پڑے، اس طرف توجہ کرو۔ اور جس قدر جلد ہو سکے مسجد کو وسیع کر دو اور دعائیں کرتے رہو کہ خدا تعالیٰ اور بھی وسعت عطا فرمائے۔ سردست ہمیں یوں کرنا چاہیئے کہ ممبر کو اور جنوب کی طرف رکھ دیا جائے عورتوں والے حصہ کو بھی مردوں کے حصہ میں شامل کر دیا جائے۔ اور ملحقہ عمارت خرید کر عورتوں کے لئے مخصوص کر دی جائے۔ پھر اگر خدا تعالیٰ توفیق دے تو کسی وقت موجودہ ڈاک خانہ والا مکان شامل کر کے اور گلی پر چھت ڈال کر مسجد کو دوگنا کیا جا سکتا ہے۔ اور اگرچہ یہ سب کچھ کرنے کے باوجود بھی ہماری ترقیات کے مقابلہ میں یہ کسی وقت تنگ ہی نظر آئے گی لیکن مسجد کی طرف سے ایک جگہ جا کر اسے فی الحال ضرور رکنا پڑے گا کیونکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے۔ کوئی وقت آئے گا کہ ہمارے گھر سے چل کر مسجد میں داخل ہو جایا کریں گے اور راستہ میں سڑک پر نہیں چلنا پڑے گا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مکانات کے پاس پہنچ کر ضرور اس کی وسعت رو کنی پڑے گی۔ ورنہ وہ پیشگوئی پوری نہ ہو سکے گی۔ یا پھر شاید وہ وقت بھی آ جائے کہ پاس کے سب مکانات اور دکانیں

احمدیوں کے ہاتھ آجائیں۔ اور اس صورت میں ہم گلیوں کو بھی ان کی موجودہ جگہ سے ہٹا سکیں اور مسجد شمال کی طرف بھی بڑھائی جاسکے۔ اس وقت جو تبدیلی کی جائے اس میں یہ بھی ضروری ہے کہ اس برآمدہ کی چھت اونچی کی جائے۔ مجھ سے کئی لوگوں نے شکایت کی ہے کہ خطبہ کی آواز نہیں پہنچتی۔ حالانکہ جلسہ کے موقع پر جبکہ مجمع بہت زیادہ ہوتا ہے' سب لوگ میری آواز سن سکتے ہیں۔ یہاں نہ سن سکنے کی وجہ صرف یہی ہے کہ برآمدہ نیچا ہے اور ممبر پر کھڑے ہوکر بولنے سے برآمدہ کی چھت سے آواز رک جاتی ہے۔ پس جب تبدیلی کی جائے تو اس امر کو بھی مدنظر رکھا جائے کہ اس برآمدہ کی چھت اونچے ستونوں پر ڈالی جائے اور اسے ذرا اور پھیلا دیا جائے۔ اس سے خوبصورت بھی معلوم ہوگا اور آواز بھی صاف سنی جاسکے گی اور جگہ بھی زیادہ نکل آئے گی۔

اس کے بعد میں احباب کو اسی مضمون کی طرف متوجہ کرنا چاہتا ہوں جو چند روز قبل بیان کرچکا ہوں یعنی مسئلہ کشمیر کے متعلق میں نے بتایا تھا کہ آثار سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی توجہ اس طرف ہے۔ اس کے بعد کثرت سے دوستوں نے رؤیا اس کے متعلق سنائے ہیں جن کی تعداد ۴۰۔۵۰ کے قریب ہے۔ بعض اس واقعہ سے قبل کے ہیں اور بعض بعد کے۔ اور ان سے معلوم ہوتا ہے کہ میرا یہ استنباط بالکل صحیح تھا کہ اللہ تعالیٰ کی اس طرف خاص توجہ ہے اور اس خطبہ کے معاً بعد ریاست میں فساد پیدا ہوجانا اور حالات کا زیادہ بگڑ جانا ظاہر کرتا ہے کہ یہ مسئلہ خاص طور پر خدا تعالیٰ کی نگاہ میں ہے۔ جب خدا تعالیٰ کسی کام کو کرنا چاہتا ہے تو ظاہری لحاظ سے اس میں مشکلات اور خرابی بھی پیدا کردیتا ہے تا جب اس میں کامیابی ہو تو دنیا کو معلوم ہوسکے کہ یہ خاص اسی کا کام ہے۔ اور اس وقت چونکہ مسلمانانِ کشمیر پر سخت ظلم ہو رہا ہے اس لئے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ ضرور اپنی قدرت کا ہاتھ دکھانا چاہتا ہے۔ مجھے تو مہاراجہ صاحب کشمیر پر بہت رحم آتا ہے جس کی وجہ یہ ہے کہ وہ ایک ایسے باپ کے فرزند ہیں جسے اسلام سے محبت تھی۔ جس کے حضرت خلیفۃ المسیح الاول کے ساتھ بھائی چارہ کے تعلقات تھے اور قادیان آجانے کے بعد بھی برابر ان کے درمیان خط و کتابت جاری رہی اور انہوں نے آپ سے ۱۵ سپارے قرآن شریف کے بھی پڑھے تھے۔ ان وجوہات کی بناء پر مجھے شروع سے ہی مہاراجہ صاحب کشمیر کے ساتھ دلی ہمدردی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ میری ہمیشہ یہی کوشش رہی ہے کہ انہیں کسی قسم کا نقصان پہنچے بغیر یہ کام ہوجائے۔ مگر ریاست کے غریب مسلمانوں پر جو مظالم روا رکھے جارہے ہیں وہ بتاتے ہیں کہ لاکھوں آہیں ان کے خلاف اٹھ رہی ہیں جو یقیناً خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکانے کا موجب ہوں

گی۔ پس جہاں دوست مظلومین کشمیر کے لئے دعا کریں وہاں یہ بھی دعا کریں کہ اللہ تعالیٰ مہاراجہ صاحب کو اس وجہ سے کہ وہ ایک نیک باپ کے بیٹے ہیں اپنے غضب سے بچائے کیونکہ اس کی سنت ہے کہ وہ نیکوں کی اولاد کو اپنے غضب سے بچاتا ہے۔ میری عادت ہے کہ میں کبھی کسی کے لئے بددعا نہیں کرتا لیکن ریاست کشمیر کی طرف سے غریب مسلمانوں پر اس قدر مظالم روا رکھے جارہے ہیں کہ کئی بار بددعا کی طرف دل مائل ہو جاتا ہے اور جبراً روکنا پڑتا ہے۔ کیونکہ میں خدا تعالیٰ کے اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے کہ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ[2] بددعا سے پرہیز کرتا ہوں۔

میں احباب جماعت کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ تیس لاکھ انسانوں کی قوم سینکڑوں سال سے ظلم اور استبداد کے نیچے چلی آتی ہے۔ پھر وہ ہماری تحقیق کے مطابق بنی اسرائیل میں سے ہے۔ وہی بنی اسرائیل جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں ان کے ذریعہ فرعون کے مظالم سے نجات دلائی تھی۔ اور کوئی تعجب نہیں کہ وہ پھر اس فرعونی حکومت سے ان غریبوں کو بھی بچانا چاہتا ہو۔ اس لئے اس معاملہ میں ہماری مدد اس کی خوشنودی کا موجب ہوگی۔ پس جماعت کے دوستوں کو چاہیئے کہ اس موقع سے محروم نہ رہیں۔ اور اس معاملہ میں یہ کبھی خیال نہیں کرنا چاہیئے کہ وہ لوگ ہماری جماعت سے تعلق نہیں رکھتے، ہمیں ان کی مدد کی کیا ضرورت ہے۔ جس طرح خدا تعالیٰ کا احسان اپنے پرائے میں کوئی فرق نہیں کرتا اسی طرح مومن کے احسان میں بھی کوئی اس قسم کی تمیز نہ ہونی چاہیئے۔ قرآن کریم کی سورۃ نور میں مذکور ہے کہ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا پر جن لوگوں نے بہتان لگایا، ان میں سے بعض کے رشتہ داروں نے آئندہ ان سے حسن سلوک کرنا بند کر دیا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے خاص طور پر حکم دیا کہ احسان کو مت روکو بلکہ بدستور کرتے جاؤ۔ پس یہ خدا تعالیٰ کی تعلیم ہے جس پر ہمیں عمل کرنا چاہیئے۔ اور ان بے چاروں کی تو ایسی مظلومی کی حالت ہے کہ اگر وہ مسلمان بھی نہ ہوتے تب بھی ان کی مدد واجب تھی کیونکہ ہم دنیا میں خدا تعالیٰ کے نمائندے اور مظہر ہیں۔ اور جس طرح خدا تعالیٰ کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے اسی طرح ہمارا احسان بھی عام ہونا چاہیئے۔ اس لئے میں پھر تحریک کرتا ہوں کہ رمضان المبارک کے آخری ایام کی مبارک دعاؤں اور صدقوں میں ان مظلومین کو نہ بھولو۔ اور چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ بہترین عبادت وہی ہے جس پر مداومت اختیار کی جائے[3] اس لئے آئندہ بھی جب تک یہ کام ختم نہ ہو، اس سلسلہ کو جاری رکھو۔ میں نے اندازہ

لگایا ہے کہ قلیل ترین اخراجات کے لئے اس تحریک پر دو ہزار روپیہ ماہوار خرچ آتا ہے۔ اور اگر ہماری جماعت کے دوست ایک پائی فی روپیہ ماہوار چندہ اپنے اوپر مظلومین کشمیر کی امداد کے لئے لازم کرلیں، تو بھی کافی رقم جمع ہو سکتی ہے اور جو لوگ بارہ چودہ بلکہ پچیس تیس پائی فی روپیہ چندہ دینے کے عادی ہیں ان کے لئے ایک پائی کا اضافہ کوئی بڑی بات نہیں اور یہ کوئی بوجھ نہیں کیونکہ وہ اس کے عادی ہو چکے ہیں۔ عام طور پر چندہ عام ایک آنہ فی روپیہ یعنی بارہ پائی ادا کیا جاتا ہے۔ پھر چندہ خاص چندہ جلسہ سالانہ اور مختلف عارضی تحریکات اسکے علاوہ ہیں۔ اور ان کو ملالیا جائے تو جماعت کے چندہ کی اوسط ۱۵ پائی فی روپیہ کے قریب ہو جاتی ہے۔ اور اگر اس میں ایک پائی کا اضافہ کرلیا جائے تو کوئی بوجھ نہیں۔ پھر بعض لوگ زیادہ بھی دے سکتے ہیں۔ ایک دوست نے تو یہ نمونہ دکھایا ہے کہ وہ موصی ہیں لیکن باوجود دسواں حصہ دین کی راہ میں باقاعدہ ادا کرنے کے اب وہ وعدہ کرتے ہیں کہ میں کشمیر کے لئے جب تک یہ کام ختم نہ ہو جائے اپنی آمد سے ایک آنہ فی روپیہ چندہ دیتا رہوں گا جو پندرہ سولہ روپیہ ماہوار کے قریب ہو گا۔ غرض جو زیادہ دے سکتا ہو وہ زیادہ دے لیکن کم از کم ایک پائی تو ہر شخص دے اور یہ کوئی بڑا بوجھ نہیں۔ جو شخص ماہوار سو روپیہ تنخواہ پاتا ہے اسے سو پائی یعنی صرف سوا آٹھ آنہ ماہوار دینے ہوں گے اور یہ کوئی ناقابل برداشت بوجھ نہیں۔ پچاس روپے والے کو چار آنہ اور ایک دھیلہ دینا پڑے گا۔ اس قسم کے چندوں میں طالب علم بھی حصہ لے سکتے ہیں۔ جو طالب علم پندرہ روپیہ ماہوار خرچ لیتا ہے وہ نہایت آسانی کے ساتھ پندرہ پائیاں ادا کر سکتا ہے۔ پس اگر دوسرے لوگ سستی دکھائیں اور مخالفت کی وجہ سے اس میں حصہ نہ لیں اور جماعت کے دوست ہی ایک پائی فی روپیہ ادا کرنے لگ جائیں تو بھی بہت کام ہو سکتا ہے۔ مجھے امید ہے کہ قادیان اور باہر کے دوست پوری تندہی کے ساتھ اس طرف متوجہ ہوں گے۔ مگر اس کے متعلق یہ ضرور یاد رکھنا چاہئے کہ میں حکم نہیں دیتا صرف ترغیب دلاتا ہوں اور میں سمجھتا ہوں اگر میری اس ترغیب کو بھی کارکن باقاعدہ دوستوں کے کانوں تک پہنچادیں تو لوگ اس پر عمل کرنے لگ جائیں گے۔ ہاں جسے ملال ہو اسے چھوڑ دو۔ کیونکہ یہ خالص دینی کام نہیں کہ اس میں حکم دیا جاسکے۔ مگر تحریک ضرور کرو۔

اس کے بعد میں ایک عظیم الشان ملکی معاملہ کی طرف جماعت کو متوجہ کرنا چاہتا ہوں اور وہ ہندوستان کا سیاسی فتنہ ہے۔ ہمارا جہاں یہ فرض ہے کہ ریاست کشمیر کے مسلمانوں کو مظالم سے بچائیں وہاں یہ بھی ہے کہ اپنے ملک کو بھی ہر قسم کی فتنہ انگیزی سے پاک کرنے کی کوشش کریں۔

اس وقت یہاں بہت سے فتنے ہیں ایک تو مسلمانوں کی حق تلفی کا سوال ہے اور دوسرے حکومت کے خلاف شورش- اس حکومت کو خواہ غاصبانہ ' ظالمانہ یا غیر ملکی کہہ لو لیکن بہرحال ملک کا انتظام اس کے ہاتھ میں ہے اسے ایسے طور پر تباہ کرنے کی کوشش کی جارہی ہے جس سے ملک کے اخلاق بگڑ جائیں اور عام بدامنی شروع ہو جائے اور یہ ایسی باتیں ہیں جن سے ملک کا کوئی حقیقی خیرخواہ آنکھیں بند نہیں کرسکتا- ان دونوں فتنوں کا مسلمانوں کو ہوشیاری سے مقابلہ کرنا چاہئے- بعض نادان کہہ دیتے ہیں کہ حکومت چونکہ ہمارے جائز حقوق کو تسلیم نہیں کرتی اس لئے ہمیں بھی اس جھگڑے میں پڑنے کی ضرورت نہیں بلکہ غیر جانبدار رہنا چاہئے اور کانگرس اور انگریز کو لڑنے دینا چاہئے- بلکہ بعض نادان تو یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ اگر حکومت ہمارے حقوق نہ دے تو ہمیں کانگرس سے مل جانا چاہئے- بعض احمدیوں کو شکایت ہے کہ فساد کے موقع پر انہوں نے اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر حکومت کی مدد کی لیکن جب تعزیری ٹیکس لگا تو احمدی بھی اس میں شامل کرلئے گئے- میں مانتا ہوں کہ یہ سب کچھ درست ہے اور گورنمنٹ کے فرائض میں ہے کہ ایسا نہ کرے لیکن اگر وہ اپنے فرض کی ادائیگی میں سستی اور کوتاہی کرتی ہے تب بھی ہمیں اپنے فرض کو نہیں چھوڑنا چاہئے- اگر انگریز ایک جُرم کرتے ہیں تو اس کے یہ معنی نہیں کہ ہم بھی بداخلاق ہو جائیں- اگر کوئی شخص ہماری چوری کرتا ہے تو ہمیں ہرگز اس کا مال چُرا کر نہیں کھالینا چاہئے- خدا تعالیٰ نے ہر چیز کے لئے راستے مقرر کئے ہیں اور حکم دیا ہے کہ ان کے ذریعہ اپنے حقوق حاصل کرو- قرآن کریم میں حکم ہے کہ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا[4] یعنی ہر کام کے لئے اللہ تعالیٰ نے دروازے رکھے ہیں اور انہی کے راستہ اسے سرانجام دینا چاہئے- یہ نہیں کہ اپنا مکان سمجھ کر جدھر سے مرضی ہو چلے آؤ بلکہ دروازہ کے راستے سے ہی آؤ- یہ نادانی اور جہالت ہے کہ چونکہ ہمارا حق ہے اس لئے جس طرح بھی لے سکیں لے لیں- کیونکہ باوجود حق ہونے کے اللہ تعالیٰ نے بعض رستے مقرر کئے ہیں اور انہی کے ذریعہ حق لیا جاسکتا ہے- پس گو بعض دفعہ گورنمنٹ امن قائم کرنے والوں کی تذلیل بھی کرتی ہے ان پر تعزیری ٹیکس بھی لگا دیتی ہے ہمیں اپنے فرض کو فراموش نہ کرنا چاہئے- اگر وہ جرم کرتی ہے تو خدا کے سامنے جوابدہ ہوگی- اور شاید اسی دنیا میں حکومت کی کمزوری کی صورت میں وہ اپنی سزا پائے مگر اس کے یہ معنی نہ ہونے چاہئیں کہ ہم اپنے فرائض ترک کردیں- یہ تو وہی مثال ہوگی کہ کہتے ہیں کوئی شخص کسی کا برتن عاریتاً مانگ کرلے گیا اور عرصہ تک واپس نہ کیا- ایک دن جو وہ واپس لینے کے لئے اسکے مکان پر گیا تو دیکھا کہ اس میں

ساگ ڈال کر کھا رہا ہے۔ مالک یہ دیکھ کر سخت برہم ہوا اور کہنے لگا کہ دیکھو تم میرا برتن ایک دن کے لئے مانگ کر لے آئے تھے لیکن آج تک واپس نہیں کیا اور اس وقت بڑے مزے سے اس میں ساگ ڈال کر کھا رہے ہو۔ میں بھی دیکھنا تمہارا برتن مانگ کر لے جاؤں گا اور اس میں کوئی نجس چیز ڈال کر کھاؤں گا۔ اب بظاہر تو وہ بدلہ لینے کی دھمکی دیتا ہے لیکن نہایت ہی نامعقول صورت کا بدلہ ہے۔ اس نے یہ بھی نہ سوچا کہ نجاست کھانے سے تو اس کا اپنا نقصان ہوگا۔ پس انتقامی جذبات بھی انسان کو خراب کر دیتے ہیں۔ یہ اصول ٹھیک نہیں کہ چونکہ انگریز ناجائز کام کرتے ہیں اس لئے ہمیں بھی ایسا ہی کرنا چاہئے۔ حالانکہ ہمیں تو جو کرنا چاہئے خدا کے حکم کے ماتحت کرنا چاہئے اور ملک میں قیام امن خدا تعالیٰ کا حکم ہے۔ پس اگر انگریز خود امن نہ بھی قائم کریں۔ جب بھی ہمیں چاہئے کہ اپنی جانوں کو خطرہ میں ڈال کر بھی اسے قائم کریں۔ اور یہ انگریز کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم کے لئے اور اپنی اولادوں کو بداخلاقی سے بچانے کے لئے ہے۔ اگر کسی وجہ سے ہم اس فرض سے دست کش ہو جائیں تو اس کے یہ معنی ہوں گے کہ نادانی کی وجہ سے ہم اپنی اولادوں کو بگاڑتے ہیں اور اس میں انگریز کا نہیں بلکہ ہمارا اپنا نقصان ہے۔ اس لئے میں جماعت کو توجہ دلاتا ہوں کہ وہ قتل و غارت گری جو بعض لوگ ملک میں کر رہے ہیں' اس کا مقابلہ کرنا اس کا فرض ہے۔ میں نے جلسہ سالانہ کے موقع پر کہا تھا کہ اس کا مقابلہ کرنے کے لئے میں عنقریب ایک سکیم پیش کروں گا جس کی تفصیلات اس وقت زیر غور ہیں۔ لیکن جب تک وہ عمل میں نہ آئے جماعت کا فرض ہے کہ جس طرح ہمیشہ اپنی اپنی جگہ پر ایسی تحریکات کا مقابلہ کرتی رہی ہے' اسی طرح اس موقع پر بھی کرے۔ قطع نظر اس سے کہ حکومت ہماری ہتک کرتی ہے' تذلیل کرتی ہے' ہمیں سزائیں دیتی ہے' جرمانے کرتی ہے ہمارا یہ فعل خدا تعالیٰ کی رضاء کے لئے اس کے دین کے قیام کے لئے اسی طرح اپنے ملک اور اپنی اولادوں کی اصلاح کے لئے ہونا چاہئے۔ ایسی شرارتیں بعض اوقات خود حکومتیں بھی کرا دیا کرتی ہیں تا رعایا پر زیادہ تشدد اور ظلم کا موقع مل سکے۔ اور میں کہوں گا اگر خود حکومت کی طرف سے بھی ایسی حرکات ہو رہی ہوں تب بھی ہمیں اس کا مقابلہ کرنا چاہئے کیونکہ ہم انگریز کے لئے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی رضاء' دین' ملک اور اپنی اولادوں کی بہتری کے لئے ایسی تحریکات کے مخالف ہیں۔ اسی طرح ملک کے اندر قانون شکنی کی جو روح پیدا ہو رہی ہے اسے بھی روکنے کی کوشش کرنی چاہئے۔ آج جن بچوں کو کہا جاتا ہے کہ جاؤ انگریزی قوانین توڑ دو' وہ کل ضرور باپ سے کہیں گے کہ جاؤ میں تمہاری بات

نہیں مانتا اور اسی طرح شاگرد استادوں کی نافرمانی کریں گے۔ گویا یہ تحریک ہماری اہلی زندگی کو تباہ اور اولاد کی تربیت کا ستیاناس کرنے والی ہے۔ اگر آج بچوں کو انگریزی قانون توڑنے کا عادی بنایا جائے گا تو یقیناً کل شاگرد استاد کو، بیٹی ماں کو اور لڑکا باپ کو جواب دے گا۔ اور یہ سلسلہ یہاں تک پھیلے گا کہ ملک کی حالت بالکل خراب ہو جائے گی۔ دراصل حقوق حاصل کرنے کے لئے صبر، تقویٰ، نیکی، ہمت اور صداقت سے کام لینا چاہئے۔ جو قوم سچائی کے ساتھ اپنا حق لینا چاہے اسے کوئی محروم نہیں رکھ سکتا۔

صداقت خواہ ایک آدمی لے کر کھڑا ہو، جھوٹ کو اس کے سامنے ضرور ذلت اٹھانی پڑتی ہے۔ بڑی سے بڑی حکومت بھی اس کے سامنے دب جاتی ہے۔ جائز حقوق حاصل کرنے کے لئے ناجائز ذرائع اختیار کرنا کسی صورت میں بھی مناسب نہیں۔ جو قوم جائز ذرائع سے جدوجہد کرتی ہے اور صداقت کے ساتھ اپنے مطالبات منوانا چاہتی ہے ساری دنیا کی حکومتیں مل کر بھی اسے محروم نہیں کر سکتیں۔ جو حکومت رعایا کے بیدار جذبات کا لحاظ نہیں کرتی اور اسے خوش رکھنے کی کوشش نہیں کرتی، وہ خود بخود تباہ ہو جائے گی۔ اس لئے گھبراہٹ کی کوئی بات نہیں۔ پکٹنگ اور سول نافرمانی وغیرہ تحریکات کا پورے زور کے ساتھ مقابلہ کرو۔ مگر انگریز کے فائدہ کے لئے نہیں بلکہ اپنے دین کے فائدہ کے لئے ملک کے فائدہ کے لئے اور آئندہ نسلوں کے فائدہ کے لئے کسی سے ہرگز مت ڈرو اور یاد رکھو کہ جو انسان سے ڈرتا ہے وہ مشرک ہے اور ہرگز مؤمن نہیں کہلا سکتا۔ بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم نے پولیس میں رپورٹ کی مگر اس نے کوئی توجہ نہیں کی۔ یہ تو ایسی ہی بات ہے جیسے اس قوم کے متعلق جو کبھی بزدلی میں ضرب المثل تھی مگر آج پوری دلیری کا اظہار کر رہی ہے، مشہور ہے کہ اسکی فوج نے کہا تھا ہم لڑائی پر تو جاتے ہیں مگر ہمارے ساتھ پولیس کے سپاہی حفاظت کے لئے ضرور ہونے چاہئیں۔ اگر انگریز تمہارا پہریدار بن سکتا تو وہ خود اپنی حفاظت ہی کیوں نہ کر لیتا۔ وہ آج خود فسادات کی کثرت کی وجہ سے ضعف و اختلال کا شکار ہو رہا ہے۔ اور اگر ایسا نہ بھی ہو تب بھی ہر اک حکومت ملک میں نظام کو قائم رکھنے کے لئے رعایا کی امداد کی محتاج ہوا کرتی ہے۔ پس یہ خیال نہ کرو کہ انگریزی پولیس توجہ نہیں کرتی۔ پولیس اس وقت خود خطرہ میں ہے اور عین ممکن ہے کہ وہ تمہارے مقابلہ میں اپنے مخالفوں کا ساتھ دینے لگ جائے۔ پولیس کے اندر بھی غدار موجود ہیں ادھر ایک شخص کی گرفتاری کے وارنٹ جاری ہونے کا مشورہ ہوتا ہے اور ادھر اسے اطلاع ہو جاتی ہے۔ پس یہ خیال مت کرو کہ پولیس مدد کرے گی۔

بلکہ اگر سارے علاقہ میں تم اکیلے ہو تب بھی کسی سے خوف مت کھاؤ۔ آخر ڈر کس بات کا ہے؟ زیادہ سے زیادہ موت کا اور موت مؤمن کے جنت میں داخل ہونے کا دروازہ ہے۔ کیا اس کے کھلنے پر غم کرنا چاہئے۔ کیا شادی کی دعوت پر کوئی شخص رویا کرتا ہے۔ اور کیا بادشاہ سے ملاقات کا موقع حاصل ہونے پر کوئی ملول ہوا کرتا ہے۔ یاد رکھو جو شخص خدا تعالیٰ سے ملنے کی دعوت پر روتا ہے، وہ ہرگز مؤمن نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ اپنی جانوں کی حفاظت کرو اس لئے ہم کرتے ہیں۔ اسلام نے خودکشی سے روکا ہے ورنہ میں سمجھتا ہوں مؤمن خدا تعالیٰ سے ملنے کی آرزو میں خودکُشیاں کر کے اپنی جانیں دے دیتے تا جلد خدا تعالیٰ کے پاس جا سکیں اور جنت میں داخل ہوں۔ رسول کریم ﷺ کے ایک صحابی حضرت ضرار کا واقعہ لکھا ہے کہ ایک جنگ کے موقع پر ایک عیسائی پہلوان نے مسلمانوں کے بہت سے بہادر اور جنگجو شہید کر دیئے۔ آخر یہ اسکے مقابلے کے لئے نکلے لیکن جب اس کے سامنے ہوئے تو فوراً بھاگ کر واپس آ گئے۔ اس پر عیسائیوں نے فتح مندی کا نعرہ لگایا اور مسلمانوں پر افسردگی چھاگئی کہ اس قدر زبردست سپاہی اور پھر صحابی میدان سے بھاگ نکلا۔ ایک دوسرے صحابی ان کے پیچھے گئے۔ جب خیمے کے پاس پہنچے تو حضرت ضرار خیمہ سے باہر نکل رہے تھے۔ انہوں نے بھاگ آنے کی وجہ دریافت کی تو آپ نے جواب دیا اصل بات یہ ہے کہ میں عام طور پر زرہ کے بغیر لڑتا ہوں لیکن آج اتفاقاً میرے بدن پر زرہ تھی۔ میں نے سوچا کہ اگر آج مارا گیا تو خدا تعالیٰ کو کیا جواب دوں گا۔ کیا وہ یہ نہ پوچھے گا کہ کیا تو نے اس واسطے زرہ پہن رکھی تھی کہ تیرا مخالف زبردست اور طاقتور تھا۔ اور تو ڈرتا تھا کہ کہیں اس کے ہاتھ سے مارا نہ جاؤں۔ اسی خیال کے آنے پر میں بھاگا اور آکر زرہ اتار دی اور اب پھر میدان میں جا رہا ہوں[۵]۔

پس یاد رکھو جس دن تک تم انگریز کانگرس یا دوسرے مخالفین سے خواہ کس قدر زبردست کیوں نہ ہوں ڈرتے رہو گے اس وقت تک مؤمن نہیں ہو سکتے بلکہ مشرک رہو گے اور تمہارا ٹھکانہ جنت نہیں جہنم ہو گا۔ لیکن جس دن تمہارے دلوں سے فوج، پولیس، مالدار لوگوں اور دوسرے فتنہ انگیز مفسد طبقات کا ڈر اور خوف نکل گیا اور جس دن تم اکیلے خدا تعالیٰ کی راہ میں جان دینے کو خوش نصیبی اور موت کو راحت کا پیغام سمجھنے لگے اور نفس کی حفاظت صرف حکم الٰہی کی تعمیل میں کرنے لگ گئے اس دن اور صرف اس دن تم ایمان کے رستہ پر چلنے والے ہو گے۔ پس نہ کسی انسان سے ڈرو اور نہ کسی حکومت سے میں صرف یہی نہیں کہتا کہ کانگرس سے

نہ ڈرو بلکہ یہ بھی کہتا ہوں کہ انگریزی حکومت سے بھی قطعاً نہ ڈرو کیونکہ جو کسی حکومت سے بھی ڈرتا ہے وہ بھی مشرک ہے اور ہرگز ہرگز بخشش کے قابل نہیں۔ مجھے اس بات کا سخت افسوس ہے کہ احراریوں کی طرف سے پچھلے دنوں مخالفت اور ہمارے خلاف شرارت کی جو رَو پیدا کی گئی اس میں بعض لوگوں نے باوجود توجہ دلانے کے بزدلی کا اظہار کیا' حالانکہ یہ سلسلہ کی عزت اور وقار کی حفاظت کا سوال تھا۔ ان لوگوں کی طرف سے ماتمی جلوس نکالے گئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ناپاک گالیاں دی گئیں اور طرح طرح کی شرارتوں سے کام لیا گیا۔ لیکن ہماری جماعت کے بعض لوگ خاموش رہے۔ حالانکہ چاہیئے تھا کہ ان دنوں میں تبلیغ کو اور زیادہ کردیتے اور دشمنوں پر ثابت کردیتے کہ ہم کسی کے ڈر یا خوف کی وجہ سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے نام کو ترک نہیں کرسکتے۔ اور جتنی زیادہ شرارت ان کی طرف سے ہوتی اتناہی زیادہ احباب جماعت کو تبلیغ میں کوشش کرنی چاہیئے تھی۔ مگرافسوس کہ بعض دوستوں نے اس موقع پر اچھانمونہ نہیں دکھایا۔ راولپنڈی میں بھی بہت شور تھا۔ مگر وہاں کی جماعت نے اچھانمونہ پیش کیا۔ لیکن جہلم کی جماعت کے ایک حصہ نے بزدلی دکھائی۔ اور سیالکوٹ میں بھی بعض لوگوں نے بزدلی سے کام لیا۔ مومن کا کام یہ ہے کہ جس قدر دشمن شرارت میں بڑھے وہ بھی اپنے مشن کو پھیلانے کے لئے اپنی کوششوں کو بڑھائے۔ جب وہ ماتمی جلوس نکالیں ہر احمدی کو چاہیئے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کا پیغام زیادہ جوش کے ساتھ پہنچانا شروع کردے۔ تا ان کو معلوم ہوسکے کہ ہم کسی سے مرعوب ہونے اور دبنے والے نہیں ہیں۔ ان جماعتوں کا فرض تھا کہ ان دنوں بازاروں اور گلی کوچوں میں دیوانہ وار مصروف تبلیغ رہتے۔ انکے سر سے خون بہہ رہا ہوتا بدن لہولہان ہوتا اور ہڈیاں چور چور ہوتیں مگر وہ برابر تبلیغ سلسلہ میں مصروف نظر آتے۔ اور اس طرح دشمنوں پر ثابت کردیتے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پہلوان بزدل نہیں ہیں اگر پہلے سر پر پگڑیاں رکھ کر تبلیغ کرتے تھے تو ان دنوں ضرار کی طرح ننگے سر نکلتے۔ لیکن اگر وہ پہلے واقف نہ تھے تو آج سن لیں کہ انہیں ایسانمونہ دکھانا چاہیئے۔ تا خدا تعالیٰ کے فضلوں کے وارث ہوسکیں۔ مؤمن کو ہرگز کسی سے نہیں ڈرنا چاہیئے اور ہرگز یہ خیال بھی نہیں کرنا چاہیئے کہ کانگرسی زور والے ہیں۔ اس کے علاوہ مسلمانوں کے حقوق کے حصول کا سوال ہے۔ جہاں ہمارا یہ فرض ہے کہ قیام امن کے لئے حکومت کو مدد دیں خواہ وہ ہمارے ساتھ کچھ کرے اور اس خیال سے دیں کہ یہ خدا کا حکم ہے وہاں یہ بھی فرض ہے کہ مسلمانوں کی بھی خدمت

کریں جو اس وقت ذلیل ہو رہے ہیں۔ اور حصول حقوق کے لئے ہر قربانی کرنے پر آمادہ رہیں۔ یاد رکھنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ نے ہر فتنہ کو دور کرنے کے لئے راستے رکھے ہیں۔ اور ایسے رستے موجود ہیں کہ بغیر قانون شکنی کے ظالم سے ظالم انسان سے بھی اپنا حق انسان لے سکے۔ بعض قانون ایسے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے حکم دیا ہے کہ انہیں نہ مانا جائے مثلاً کوئی حکومت اگر یہ کہے کہ نماز نہ پڑھو تو ہم ہرگز تسلیم نہیں کریں گے۔ مگر بعض ایسے مسائل ہیں جو جواز کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان میں مقابلہ تو کرنا چاہئے مگر نافرمانی کی ضرورت نہیں۔ مثلاً حکومت اگر یہ فیصلہ کر دے کہ ایک سے زیادہ شادیاں نہ کی جائیں تو ہمارا فرض ہے کہ اس کا مقابلہ کریں۔ لیکن یہ مناسب نہیں کہ ہم دو شادیاں کر کے اس کی خلاف ورزی کریں۔ لیکن بعض احکام ایسے ہیں کہ ان کی ضرور نافرمانی کرنی پڑتی ہے۔ مثلاً اگر کوئی حکومت حکم دے کہ روزہ نہ رکھو یا تبلیغ نہ کرو تو ہم اگرچہ اس سے لڑیں گے نہیں لیکن اس حکم کی نافرمانی ضرور کریں گے۔ مکہ والے رسول کریم ﷺ کو عبادت الٰہی سے روکتے تھے۔ اور اگرچہ آپؐ ان کا مقابلہ نہ کرتے لیکن نماز برابر پڑھتے تھے۔ اسی طرح تبلیغ ہے اگر حکومت اس سے روکے تو اگرچہ اس کے مقابل پر ہم تلواریں نہیں اٹھائیں گے لیکن تبلیغ ضرور کرتے رہیں گے۔ اور ایسے احکام اگر انگریزی حکومت دے تو ہم ضرور اس کی نافرمانی کریں گے۔ لیکن یہاں کوئی ایسا قانون نہیں کہ سول نافرمانی کو جائز سمجھا جاسکے۔ ہاں کشمیر میں ایسے قوانین ہیں مثلاً یہ کہ انجمنیں نہ بناؤ۔ اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے کہا جائے کسی ایک شخص کے ہاتھ پر بیعت مت کرو۔ پھر تقریر کی ممانعت ہے اور اس کے معنے دوسرے الفاظ میں یہی ہیں کہ تبلیغ نہ کرو۔ پھر اخبارات نکالنے کی آزادی نہیں حالانکہ یہ بھی تبلیغ کا ذریعہ ہے۔ حکومت پابندیاں تو عائد کر سکتی ہے جیسے مثلاً تقریر کرنی ہو تو اطلاع دے دی جائے تاکہ ہمارے آدمی وہاں موجود ہوں یا یہ کہ شارع عام پر تقریر نہ کی جائے۔ لیکن یہ نہیں کہ تقریر کرو ہی نہیں۔ یا یہ کہ اخبار جاری ہی نہ کرو اور ایسے قوانین کی خلاف ورزی ہونی چاہئے۔ اور جب موقع آئے گا ہم کشمیر کے لوگوں کو ایسا کرنے کا مشورہ دیں گے۔ لیکن انگریز حکومت میں چونکہ انسانی ابتدائی حقوق کے خلاف کوئی قانون نہیں اس کے احکام کے خلاف سول نافرمانی جائز نہیں۔

کشمیر میں زمین کا لگان دینے کے متعلق ہمارا یہی خیال ہے کہ رعایا کو ضرور لگان دینا چاہئے اور اس سے انکار کسی جگہ بھی جائز نہیں۔ لگان وصول کرنا ہر حکومت کا حق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے پوچھا گیا کہ جب آپ کہتے ہیں میں بادشاہ ہوں تو کیا ہم روم والوں کو واجبات دینا بند

کردیں- آپ نے فرمایا نہیں- جو قیصر کا ہے وہ اسے دو اور جو میرا ہے مجھے دو- گویا آپ کی مراد یہ تھی کہ زمین کا لگان وغیرہ تو اہل روم ہی کو دو- لیکن چندہ وغیرہ اور دین کی خاطر قربانیاں میرے ذریعہ کرو- بلکہ انہوں نے لطیفہ کے طور پر کہا کہ سکہ پر کس کی تصویر ہے جواب دیا گیا روم کے بادشاہ کی تو آپ نے فرمایا کہ پھر جو روم کا ہے اسے دو- پس مالیہ نہ دینا ناجائز ہے- خواہ حکومت کتنی ہی ظالم کیوں نہ ہو- خوب یاد رکھو جو حکومت رعایا کا آخری پیسہ بھی وصول کر لیتی ہے وہ خود بھی تباہ ہو جاتی ہے- ہاں جس شخص سے حکومت آخری پیسہ لے لیتی ہے اور پھر دینے کے لئے اس کے پاس کچھ نہیں رہتا تو لَا یُکَلِّفُ اللّٰہُ نَفْسًا[1] کے ماتحت وہ معذور ہے اور تب اگر وہ دن آئے کہ حکومت کپڑے اتار لے اور بیل وغیرہ بیچ لے- جیسا کہ حکومت کشمیر نے میرپور کے علاقہ میں کیا ہے تو وہ یقیناً تباہ ہو کر رہے گی- وہ درندہ اور وحشی حکومت جو زمیندار کے بیل وغیرہ بھی چھین لیتی ہے' وہ ضرور تباہ ہو کر رہے گی- اور حکومت برطانیہ کی فوجیں توپیں اور ہوائی جہاز بلکہ تمام دنیا کی حکومتیں مل کر بھی اسے بچا نہیں سکتیں- وہ ہرگز ہرگز دنیا میں رہنے کے قابل نہیں- اور اسی وجہ سے اگر حکومت کشمیر اس وحشت اور ظلم سے باز نہ آئے گی تو یقیناً اس کی رعایا برباد ہو کر خود اسے بھی برباد کر دے گی- کون سا مہاراجہ ہے جو ویرانہ پر حکومت کر سکے-

پس باوجودیکہ ہمارا عقیدہ یہی ہے کہ کسی کا حق نہیں کہ حکومت کو ٹیکس نہ ادا کرے- اور جو ایسا کرتا ہے وہ باغی ہے- دوسرے کاموں میں ہم اس سے ہمدردی کا اظہار کریں گے لیکن اس معاملہ میں ہرگز اس کے ساتھ شریک نہیں ہوں گے- میں یہ ضرور کہوں گا کہ مفلوک الحال اور قلاش زمینداروں کو تنگ کرنا اپنی تباہی کا باعث ہے- ہندوستان کے لئے حقوق طلبی میں ہم کسی سے پیچھے نہیں- اگر جائز طور پر حکومت کا مقابلہ کیا جائے تو ہم گاندھی جی کے دوش بدوش کام کرنے کو تیار ہیں- لیکن ناجائز طریق اگر ہمارا بھائی بھی اختیار کرے تو ہم اسے صاف کہہ دیں گے کہ تم بے شک ہمارے بھائی ہو لیکن اس معاملہ میں ہم تمہارا ساتھ نہیں دے سکتے- پس اس امتیاز کو سمجھو اور دونوں فتنوں کا دلیری کے ساتھ مقابلہ کرو-

پھر صوبہ سرحد میں معلوم ہوا ہے کہ بعض افسروں نے بہت زیادتیاں کی ہیں- حکومت ہند کے وہ وزیر جو اس محکمہ کے انچارج ہیں ان سے میں ذاتی طور پر واقف ہوں اور میری ان سے متعدد بار ملاقات ہو چکی ہے- میں نے دیکھا ہے کہ جب کبھی ان کو کسی نقص کی طرف توجہ دلائی گئی انہوں نے اس پر ضرور توجہ کی ہے- وہ غیر معمولی طور پر شریف آدمی ہیں اور مجھے یقین ہے کہ

اب بھی علم ہونے کے بعد وہ ضرور مظلوموں کے ساتھ ہمدردانہ سلوک کریں گے۔اور ان کے مصائب کے ازالہ کی کوشش کریں گے۔اور ہم خود بھی جائز وسائل سے اپنے سرحدی بھائیوں کی ہر طرح امداد کے لئے تیار ہیں۔خواہ سرخ پوشوں کے افعال و حرکات سے ہمیں اختلاف ہی کیوں نہ ہو۔ہمارے خیال کے مطابق سرخ پوش تحریک جائز نہیں۔مگر پھر بھی وہاں کے مظلوموں کے ساتھ ہمیں ہمدردی ہے۔

(الفضل ۱۴۔فروری ۱۹۳۲ء)

۱؎ تذکرۃ صفحہ ۳۵۲۔ایڈیشن چہارم

۲؎ الاعراف:۱۵۷

۳؎ مشکوٰۃ کتاب الایمان باب القصد فی العمل

۴؎ البقرۃ:۱۹۰

۵؎

۶؎ البقرۃ:۲۸۷